

رسائل و مسائل

اسلامی ریاست اور خلافت کے متعلق چند سوالات

[یہ ایک سوالنامہ ہے جو چوٹی سے ایک طالب علم نے اسلام کی ریاست اور خلافت کے بعض مسائل کی تحقیق کے لیے بھیجا ہے۔ اصل سوالات انگریزی میں ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کا ترجمہ دے رہے ہیں۔]

- ۱۔ کیا اسلامی ریاست کے سربراہ کے لیے صرف خلیفہ کی اصطلاح استعمال کی جاسکتی ہے؟
- ۲۔ کیا اموی خلفاء صحیح معنوں میں خلفاء کہلائے جانے کے مستحق ہیں؟
- ۳۔ خلفائے بنو عباس خصوصاً المامون کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟
- ۴۔ حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق آپ کی رائے رکھتے ہیں؟ آپ کی نظر میں ۶۸ھ میں ملت اسلامیہ کا اصل رہنما کون

بقیہ دین میں مصلحت و ضرورت کا لحاظ

۵۔ دینے کا جو حکم فرمایا تھا تو اس کی وجہ یہ بھی کہ اس زمانہ میں لوگ عید کے روز خاص طور پر کچھ پکانے کے عادی نہ تھے۔ بلکہ عید کے روز بھی اُن کی وہی غذا ہوتی تھی جو سال کے دوسرے ایام کی ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عید الاضحیٰ کو چونکہ ان کی غذا معمول کے برعکس گوشت ہوتی تھی اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ اطعموا منا القانع والمعتز (فرمانی کے گوشت میں سے کھلاؤ صابر مستحق کو بھی اور بے قرار مستحق کو بھی)۔ چنانچہ اگر کسی شہر یا بستی کے لوگ عید الفطر کے دن خاص طور پر کچھ کھانے پکانے کے جوگر ہوں تو ان کے لیے جائز ہی نہیں لازم ہے کہ وہ انہی کھانوں سے غریبوں اور مسکینوں کی میراسات کریں۔

تھا (حسین یا زید) ؟

۵۔ کیا اسلامی ریاست میں خروج ایک نیکی کا کام قرار پا سکتا ہے ؟

۶۔ اگر خروج کرنے والے مساجد یا دوسرے مقدس مقامات (حرم اور کعبہ) میں نہ

گزیں ہوں تو ایسی صورت میں اسلامی ریاست کا ایسے لوگوں کے ساتھ کیا طرز عمل ہونا چاہیے ؟

۷۔ وہ ایسے کون سے ملکس ہیں جو ایک اسلامی ریاست اپنے شہریوں سے اندرون

قرآن و سنت وصول کرنے کی مجاز ہے ؟

۸۔ کیا کوئی خلیفہ ایسا کام بھی کر سکتا ہے جو سابق خلفاء کے طرز عمل سے مختلف ہو ؟

۹۔ حجاج بن یوسف کو بحیثیت گورنر اور منتظم آپ کیا حیثیت دیتے ہیں ؟

۱۰۔ کیا اسلامی ریاست اس بات کا استحقاق رکھتی ہے کہ وہ اپنے شہریوں پر ایسے ملکس

کرے جو نہ تو قرآن و سنت میں مذکور ہوں اور نہ ہی اُن کی کوئی نظیر سابق خلفاء کے ہاں ملتی ہو ؟

جواب سب کے ارسال کردہ سوالات کے مفصل جوابات لکھنے کے لیے تو فرصت درکار ہے

جو مجھے میسر نہیں۔ البتہ مختصر جوابات حاضر ہیں :

(۱) اسلامی ریاست کے رئیس یا صدر کے لیے خلیفہ کا لفظ کوئی لازمی اصطلاح نہیں ہے۔

امیر، امام، سلطان وغیرہ الفاظ بھی حدیث، فقہ، کلام اور اسلامی تاریخ میں کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ مگر اصولاً جو چیز ضروری ہے وہ یہ کہ ریاست کی بنیاد نظریہ خلافت پر قائم ہو۔ ایک صحیح اسلامی ریاست

نہ تو بادشاہی یا آمریت ہو سکتی ہے اور نہ ایسی جمہوریت جو حاکمیت عوام (POPULAR SOVEREIGNTY)

کے نظریے پر مبنی ہو۔ اس کے برعکس صرف وہی ریاست حقیقت میں اسلامی ہو سکتی ہے جو خدا کی حاکمیت تسلیم کرے، خدا اور اس کے رسول کی شریعت کو قانون برتر اور اولین مآخذ قوانین مانے، اور حدود اللہ کے

اندرون میں کام کرنے کی پابند ہو۔ اس ریاست میں اقتدار کی اصل غرض خدا کے احکام کا اجرا اور اس کی رضا کے مطابق برائیوں کا استیصال اور بھلائیوں کا ارتقا ہے۔ اس ریاست کا اقتدار اعلیٰ نہیں ہے

بلکہ خدا کی نیابت و امانت ہے یہی معنی ہیں خلافت کے۔

(۲) اموی فرمانرواؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت نہ تھی۔ اگرچہ ان کی حکومت میں قانون اسلام ہی لگایا تھا، لیکن دستور (CONSTITUTION) کے بہت سے اسلامی اصولوں کو انہوں نے توڑ دیا تھا۔ نیران کی حکومت اپنی طرح میں اسلام کی طرح سے بہت ہٹی ہوئی تھی۔ اس فرق کو ان کی حکومت کے آغاز ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ اس حکومت کے بانی امیر معاویہ کا اپنا قول یہ تھا کہ انا اول الملوک (میں سب سے پہلا بادشاہ ہوں)۔ اور جس وقت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمنؓ نے اٹھ کر بر ملا کہا کہ یہ تو قیصریت ہے کہ جب قیصر مرانا تو اس کا بیٹا قیصر ہو گیا۔

(۳) اصولی حیثیت سے خلافت عباسیہ کی پوزیشن بھی وہی ہے جو خلافت بنی امیہ کی ہے فرق بس اتنا تھا کہ خلفائے بنی امیہ دین کے معاملہ میں بے پروا (INDIFFERENT) تھے اور اس کے برعکس خلفائے بنی عباس نے اپنی مذہبی خلافت اور روحانی ریاست کا سکہ بٹھانے کے لیے دین کے معاملہ میں ایجابی طور پر دلچسپی لی۔ لیکن ان کی یہ دلچسپی اکثر دین کے لیے مضر ہی ثابت ہوئی۔ مثلاً مامون کی دلچسپی نے جو شکل اختیار کی وہ یہ کہ اس نے ایک فلسفیانہ مسئلے کو جو دین کا مسئلہ نہ تھا، خواہ مخواہ دین کا ایک عقیدہ بنایا اور پھر حکومت کی طاقت سے زبردستی اس کو تسلیم کرانے کے لیے ظلم و ستم کیا۔

(۴) جس دور کے متعلق یہ سوال کیا گیا ہے وہ حقیقت میں فتنے کا دور تھا۔ مسلمان اس وقت سخت انتشار و ذہنی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس وقت عملاً مسلمانوں کا حقیقی لیڈر کون تھا۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ یزید کا سیاسی اثر جو کچھ بھی تھا صرف اس بنا پر تھا کہ اس کے پاس طاقت تھی اور اس کے والد نے ایک مضبوط سلطنت قائم کرنے کے بعد اسے اپنا ولی عہد بنا دیا تھا۔ یہ بات اگر نہ ہوتی اور یزید عام مسلمانوں کی صف میں شامل ہوتا تو شاید وہ آخری شخص ہوتا جس پر لیڈر شپ کے لیے مسلمانوں کی نگاہ انتخاب پڑ سکتی۔ اس کے برعکس حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اس وقت امت کے نمایاں ترین آدمی تھے اور ایک آزادانہ انتخاب میں اغلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ ووٹ ان کے حق ہی میں پڑتے۔

(۵) ظالم امراء کے مقابلے میں خروج ایسی صورت میں نہ صرف جائز بلکہ فرض ہو جاتا ہے جبکہ ان کو ہٹا کر ایک صالح و عادل حکومت قائم کرنے کا امکان ہو۔ اس معاملہ میں امام ابو حنیفہ کا مسلک بہت واضح ہے جسے ابو بکر حبصہ نے احکام القرآن میں اور المفوق المکی نے مناقب ابو حنیفہ میں نقل کیا ہے۔ اس کے برعکس ایک حکومت عادلہ کے خلاف خروج بہت بڑا گناہ ہے اور تمام اہل ایمان پر لازم ہے کہ ایسے خروج کو دبا دینے میں حکومت کی تائید کریں۔ بین بین حالت میں، جبکہ حکومت عادل نہ ہو مگر صالح انقلاب کے بھی امکانات واضح نہ ہوں، پوزیشن مشتبہ ہے اور ائمہ و فقہاء نے اس معاملے میں مختلف طرز عمل اختیار کیے ہیں بعض نے صرف کلمہ حق کہنے پر اکتفا کیا مگر خروج کو ناجائز سمجھا بعض نے خروج کیا اور جام شہادت نوش کرنے کو ترجیح دی۔ اور بعض نے بامید اصلاح تعاون بھی کیا۔

(۶) حکومت عادلہ کے مقابلے میں جو لوگ خروج کریں وہ اگر مسامد میں پناہ لیں تو ان کا محاصرہ کیا جاسکتا ہے، اور اگر وہ وہاں سے گولہ باری کریں تو جوابی گولہ باری بھی کی جاسکتی ہے۔ رہا حرم میں ان کا پناہ لینا تو اس صورت میں صرف محاصرہ کر کے اس حد تک تنگ کیا جاسکتا ہے کہ بالآخر باغی متحارب ڈالنے پر مجبور ہو جائیں۔ حرم میں قتل و خون کرنا یا حرم پر سنگ باری یا گولہ باری کرنا درست نہیں ہے بخلاف اس کے ایک ظالم حکومت کا وجود خود گناہ ہے اور اپنے قیام و بقا کے لیے اس کی کوئی کوشش بھی گناہ میں اضافے کے سوا کچھ نہیں۔

(۷) قرآن اور سنت ٹیکسوں کا کوئی نظام تجویز نہیں کیا بلکہ مسلمانوں پر زکوٰۃ (بطور عبادت) اور غیر مسلموں پر جزیہ (بطور علامت اطاعت) لازم کرنے کے بعد یہ بات حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دی کہ جیسی ملک کی ضروریات ہوں ان کے مطابق باشندوں پر ٹیکس عائد کریں۔خراج اور محاصل درآمد اس کی ایک مثال ہیں جنہیں قرآن و سنت میں شرعاً مقرر نہیں کیا گیا تھا اور حکومت اسلامی نے اپنی صوابدید کے مطابق انہیں خود مقرر کیا۔ اس معاملہ میں اصل معیار ملک کی حقیقی ضروریات ہیں۔ اگر کوئی فرمانروا اپنے تصرف میں لانے کے لیے ٹیکس وصول کرنے کو حرام ہے ملک کی حقیقی ضروریات پر صرف کرنے کے لیے لوگوں کی رضامندی سے ان پر عائد کرے تو حلال ہے۔

(۸) جی ہاں۔ صرف یہی نہیں بلکہ خود اپنے لیے ہوئے سابق فیصلوں کو بھی بدل سکتا ہے۔

(۹) حجاج بن یوسف دنیوی سیاست کے نقطہ نظر سے برائے اور اپنی نقطہ نظر سے سخت ظالم حاکم تھا۔